# قرآن اور تورات کی طرزِ زندگی کا تقابلی جائزہ

شجاعت حسین[1]

خلاصہ:

اللہ تعالیٰ نے کائنات کو بنا کر اس میں انسان جیسی مخلوق کو آباد کیا۔اس مخلوق میں فکرِ احتیاج کو رکھا اور پھر اس احتیاج کی تکمیل کے لیے ایک معاشرہ تشکیل دیا جس میں سب لوگ باہمی رہن سہن رکھتے ہیں اور وقتِ ضرورت ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔اس معاشرے میں اللہ تعالیٰ نے زندگی بسر کرنے کے لیے کچھ اصول و قواعد بذریعہ وحی نازل فرمائے مگر تغیرِ زمانی کا اثر قبول کرتے ہوئے وہ قواعد بھی تبدیل ہوگئے اس لیے ایک نئے معاشرے کی تشکیل کے لیے نئے اصول و قواعد کو وضع کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی،اس مقالہ میں یہودیت اور مسلم معاشرے کے طرزِ زندگی کا موازنہ کیا گیا ہے،تاکہ یہ معلوم ہو سکے وہ کون کون سے قواعدِ زندگی تھے جو گزشتہ اہلِ کتاب میں رائج تھے اور کیا آج بھی وہ اہل کتاب ان قواعد پر عمل پیرا ہیں،دوسری بات یہ کہ ان قواعد کے ہوتے ہوئے نئے قواعد کی ضرورت کیوں پڑی۔آخری بات یہ ہے کہ گزشتہ (یہودیت کے) قواعدِ زندگی اور آج کے قواعدِ زندگی میں کیا مشترکات ملتے ہیں۔

**کلیدی کلمات:** قرآن، طرزِ زندگی، تورات، حضرت موسیٰ علیہ السلام، توحید، والدین، حقوق

مقدمہ:

تاریخ ادیان کے مطالعہ کے آغاز میں جس سوال کا سامنا ہر طالب علم کرتا ہے وہ یہی ہے کہ اگر انسان اپنی تحقیق یا کسی بھی ذریعہ سے دینِ حق کو اختیار کر چکا ہے آیا اسے دیگر ادیان کے مطالعہ کی



[1] بی ایس سٹوڈنٹس، المصطفیٰ یونیورسٹی پاکستان

ضرورت ہے یا نہیں؟آیا ہم مسلمانوں کو جنہیں دینِ اسلام کی حقانیت اور دیگر ادیان کے باطل ہونے کا یقین ہے، اپنا قیمتی وقت دیگر ادیان کے مطالعہ میں صرف کرنا چاہیے یا نہیں؟

اس سوال کے جواب میں عرض کریں گے کہ ادیان عالم میں تحقیق و مطالعہ مندرجہ ذیل دلائل کی وجہ سے ضروری ہے:

۱۔اکثر دینِ حق تک رسائی اجمالی ہوتی ہے جو والدین سے وراثت، ماحول یا خاص تعلیمات سے متاثر ہو کر حاصل ہوتی ہے لہذا ایسے انسانوں کے لیے ضروری ہے کہ دین تک اپنی رسائی کو مفصل بنانے کے لیے اور حقیقت کو صحیح طور پر سمجھنے کے لیے دیگر ادیان و مذاہب کا مطالعہ کریں۔

۲۔انسان دوسرے ادیان و مذاہب کے مطالعے اور ان سے آشنائی کے ذریعے اپنے دین و مذہب کو بہتر طور پر پہچان سکتا ہے اور ان کے تقابل کے ذریعے اپنے مذہب کے مثبت و منفی پہلو کو جان سکتا ہے۔

۳۔اسلام دشمن طاقتوں نے استعماری مقاصد کے لیے صدیوں پہلے ہمارے دین کا مطالعہ شروع کیا اور آج اسلام مثبت اور بظاہر منفی پہلوؤں سے مکمل آگاہی حاصل کر کے مغالطوں کے ذریعے مختلف میدانوں میں اسلام کو للکار رہے ہیں اور آئے دن اسلام پر دہشت گردی، شدت پسندی اور رجعت پسندی سمیت مختلف الزامات لگا کر لوگوں کو اسلام سے متنفر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔اسی بناء پر ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم دفاعی مقصد کے ساتھ دوسرے ادیان و مذاہب کو مطالعہ کریں۔

## حقیقی ہدف:

ادیان و مذاہب کے مطالعے اور تحقیق کا اہم ترین ہدف، حقیقت جوئی ہے۔اگر ادیان کا محقق اس ہدف و مقصد کے ساتھ ادیان و مذاہب کا مطالعہ کرے تو وہ بہترین انداز میں ان کے قوی اور کمزور نکات کو کشف کر سکتا ہے اور حقیقت تک پہنچ سکتا ہے لیکن اگر اسکا ہدف اسکے علاوہ کچھ اور ہو مثلاً اپنے دین کا دفاع کرنا، کسی دوسرے دین کو مسترد کرنا تو وہ حق و حقیقت تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا کیونکہ اسکا مقصد و ہدف صحیح نہیں ہے ایسا انسان اپنے معروضی اہداف بھی حاصل نہیں کر پاتا اور اپنے دین کا دفاع کر سکتا ہے، اور نہ ہی مخالف دین کو مسترد کر پاتا ہے۔ایسا انسان مفید ثابت ہونے کے بجائے معاشرے کے لیے نقصان کا باعث بنتا ہے۔

معاشرہ چند آئین و دساتیر کا مجموعہ ہوتا ہے جس میں ہر شخص فرداً فرداً اپنی ذمہ داریوں سے آگاہ ہوتا ہے اور اس معاشرے کو خوب سے خوب تر بنانے کی سعی و کوشش کرتا ہے۔اس تمام جد و جہد میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ وہ قوانین و دساتیر کس نے مرتب کیے ہیں اور ان دساتیر کا مقصد نہائی کیا ہے؟

ہر معاشرے کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ دیگر معاشروں سے ممتاز اور منفرد نظر آئے اور وہ معاشرہ دیگر معاشروں کے لیے ایک عملی نمونہ کی حیثیت حاصل کرلے۔اس تحقیق میں ہم نے دو معاشروں کو بیان کیا ہے کہ جن کے رہنماوں نے اپنے اپنے اصولِ زندگی مرتب کیے،تاکہ اس کے پیروکار بہتر سے بہتر زندگی بسر کر سکیں۔اور اپنے مقصد نہائی تک رسائی حاصل کر سکیں۔پس اس تحقیق میں ان دو معاشروں (یہودیت اور مسلمان) کے طرزِ زندگی کو بیان کیا گیا ہے۔چونکہ محقق بذاتِ خود قرآن کا پیروکار ہے اس لیے ضبطِ تحریر کرتے وقت قرآن کو مقدم کیا گیا ہے۔

## باب اول

### قرآن:

قرآن اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے جو آخری بنی حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوئی اس کے نزول کا زمان ۲۳ سال کے لگ بھگ ہے اور یہ کتاب ایک ایسے معاشرے میں نازل ہوئی جو جہالت کے ان قیر گوں تاریکیوں میں ڈوبے ہوئے تھے کہ اپنی پیدا کردہ اولاد کو زندہ در گور کر دیتے تھے،آدم کجا آدمیت کی دھجیاں بکھیرتے تھے اخلاقیات کے جنازے نکالتے تھے۔پھر دیکھتے ہی دیکھتے مرسل آخر ﷺ نے وہ کام کیا کہ وہ عرب معاشرہ دنیا کو تہذیب و اخلاق کا درس دینے لگا۔یہ سب اثر اس ختم الرسل ﷺ اور اسکی آخری کتاب کا تھا۔جس کا نام قرآن مجید ہے۔

### قرآن لغت میں:

اس آسمانی کتاب کے سارے ناموں یا صفات میں قرآن کا لفظ ہی زیادہ رواج پا گیا ہے اور ساری دنیا میں خدا کی کتاب کے لیے یہی نام زیادہ جانا پہچانا جاتا ہے۔دوسرے ناموں سے پہلے ہم اسی نام کو خود قرآن مجید کی آیات سے،روایات سے اور احادیث اور اسلامی دانشوروں اور علماء کے ہاں مستشرقین کے نقطہ نظر سے بھی دوسرے ناموں سے پہلے زیر غور لاتے ہیں۔اس کتاب کو یہ نام پیغمبر

اکرم ﷺ یا صحابہ نے نہیں دیا، خداوند تعالیٰ نے خود اس آسمانی کتاب کا نام قرآن رکھا ہے۔ چنانچہ نزول وحی کے شروع سالوں میں ہی فرمایا:

بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ۝ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۔[1]

بے شک یہ قرآن مجید ہے، لوح محفوظ میں نوشتہ ہے۔

اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۔[2]

یہ قرآن کریم ہے کتاب مکنون میں موجود ہے۔

اسی طرح ایک جگہ اسطرح بھی فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۝ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۔[3]

اے چادر میں لپٹے ہوئے (ﷺ) تم رات کو اٹھا کرو تو تھوڑا اٹھا کرو اس رات کا نصف یا اس سے تھوڑا کم کر دو یا اس پر زیادہ کر دو اور تم قرآن کھول کھول کر ترتیل کے ساتھ پڑھو۔

پورے قرآن میں لفظ قرآن ۶۸ بار آیا ہے ان ۶۸ بار میں دو مرتبہ مجازاً نماز کے لیے استعمال ہوا ہے۔

علمائے اسلام میں اس لفظ کے تلفظ اشتقاق اور معنی میں مکمل ہم آہنگی نہیں ہے، ہر شخص ایک طور پر اسکا تلفظ کرتا ہے اور اسکی دلیل پیش کرتا ہے اس میں سے بعض اسکو ہمزہ کے ساتھ یعنی قران کہتے ہیں، بعض بغیر ہمزہ کے یعنی قرآن کہتے ہیں، اہل تسنن اسکو کریم کی صفت کے ساتھ پکارتے ہیں یعنی القراان الکریم۔ اکثر اہل تشیع اس کے لیے صفت مجید استعمال کرتے ہیں اور قرآن مجید کہتے ہیں۔

لغت کی مختلف کتابوں میں لفظ قرآن کے مختلف معانی حاصل ہوتے ہیں

۔ کتاب التعریفات میں قرآن کی تعریف اسطرح درج ہے:

القرآن هو المنزل على الرسول المكتوب في المصاحف المنقول عنه نقلاً متواتراً بلا شبهة.

والقرآن عند اهل الحق هو العلم اللدنى الاجمالى الجامع للحقائق كلها،،

---

۱۔ البروج ۲۲،۲۱

۲۔ الاحزاب ۳۳

۳۔ المزمل، ۴، ۳، ۱۲

احکام القرآن: قد اشتمل القرآن علی احکام کثیر متنوعه یمکن تقسیمها الی ثلاثة اقسامٍ۔

۱۔احکام متعلقة بالعقیدة: کالایمان باللہ وملائکته و کتبه و رسله و الیوم الاخر۔

۲۔احکام تتعلق بتھذیب النفس و تقویمها: وھذہ ھی الاحکام الاخلاقیه۔

۳۔احکام عمله متعلقه باقوال و افعال المتکلفین: وھی المقصودة بالفقه۔[۱]

۲۔صاحب معجم الصحاح نے قرآن کی تعریف حضرت ابوعبیدہ سے یوں نقل کی ہے:

قال ابو عبیدہ سمی القرآن لانه یجمع السور فیضمها ،وقوله التعالیٰ

ان علینا سمعه وقرآنه[2]

۳۔ معجم المقاییس فی اللغہ میں درج ہے کہ:

القرآن کانه سمی بذلک لجمعه ما فیه من الاحکام و القصص وغیر ذلک۔[۳]

۴۔ معجم الوسیط میں اسکی تعریف یوں آئی ہے:

محمد ﷺ پر نازل ہونے والا کلام جو کہ مصاحف میں مکتوب ہے قرآن کہلاتا ہے۔"[۴]

## قرآن کی خصوصیات:

قرآن کے مفہوم کو لغت میں دیکھنے کے بعد ہم اس قابل ہوگئے ہیں کہ اس مصحف کے نزول کے مقصد کو درک کرسکیں اوراس کے ذریعے اپنی مقاصد کو حاصل کرسکیں

اب ہم اس مصحفِ آخر کی ان خصوصیات کوذکر کرتے ہیں جواس مصحف کے ساتھ مخصوص ہیں:

### ۱۔ پہلی خصوصیت:

قرآن کریم بلاغت کے اس اعلیٰ معیار پر پہنچا ہوا ہے کہ جس کی مثال انسانی کلام میں قطعی نہیں ملتی۔بلاغت کا مطلب یہ ہے کہ جس موقع پر کلام کیا جائے اس کے مناسب معانی کے بیان کے لیے بہترین الفاظ اس طرح منتخب کیے جائیں کہ مدعا کے بیان کرنے میں اوراس پر دلالت کرنے میں نہ کم ہوں اور نہ زیادہ ہوں،لہذا جس قدر الفاظ زیادہ شاندار اور شگفتہ معانی ہوں گے،اور کلام کی دلالت

---

۱۔کتاب التعریفات

۲۔ معجم الصحاح

۳۔ معجم المقاییس

۴۔ معجم الوسیط

جس قدر حال کے مطابق ہو گی اتنا ہی وہ کلام زیادہ بلیغ ہو گا، پس قرآن کریم بلاغت کے اس معیار پر پورا اترتا ہے۔

قرآن کی بلاغت کے چند نمونے درج ذیل ہیں:

الف) ترغیب کا مضمون: ترغیب کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ۔

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۔[1]

کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے اعمال کے صلے میں ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا کیا کیا سامان پردہ غیب میں موجود ہے۔

ب) ترہیب کا مضمون: جہنم کے عذاب سے ڈراتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَ اسْتَفْتَحُوْا وَ خَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ(۱۵) مِّنْ وَّرَآىٕهٖ جَهَنَّمُ وَ یُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِیْدٍ(۱۶) یَّتَجَرَّعُهٗ وَ لَا یَكَادُ یُسِیْغُهٗ وَ یَاْتِیْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّ مَا هُوَ بِمَیِّتٍؕ وَ مِنْ وَّرَآىٕهٖ عَذَابٌ غَلِیْظٌ[2]

ہر سرکش اور دشمن نامراد ہو کر رہ گیا، اس کے بعد جہنم ہے اور وہاں اسکو پیپ کا پانی پلایا جائے گا جسے وہ گھونٹ گھونٹ پیے گا مگر وہ اسکو بہت ناگوار گزرے گا اسے ہر طرف سے موت آئے گی مگر وہ مرنے نہ پائے گا، اور اسکے پیچھے سنگین عذاب ہو گا۔

ج) دھمکی اور ملامت: اللہ تعالیٰ دنیاوی عذاب کی دھمکی دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّیْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ[3]

پس ان سب کو انکے گناہ کی وجہ سے ہم نے گرفت میں لیا پھر ان میں سے کچھ پر تو ہم نے پتھر برسائے اور کچھ کو چنگھارنے گرفت میں لے لیا اور کچھ کو ہم نے زمین میں

---

۱۔ السجدہ ۲۳

۲۔ الابراہیم ۱۵۔۱۶

۳۔ العنکبوت ۴۰

دھنسا دیا اور کچھ کو ہم نے غرق کر دیا اور اللہ ان پر ظلم کرنے والا نہیں تھا مگر یہ لوگ خود اپنے آپ پر ظلم کر رہے تھے۔

د) وعظ و نصیحت: وعظ و نصیحت کا مضمون ارشاد فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ۔ ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ۔ مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ

یہ تو بتلاؤ کہ اگر ہم انہیں برسوں سامان زندگی دیتے رہیں، پھر ان پر وہ عذاب آجائے جس کا ان کے ساتھ وعدہ ہوا تھا، تو وہ (سامان زندگی) ان کے کسی کام نہ آئے گا جو انہیں دیا گیا تھا۔[1]

ذات وصفات کا بیان: قرآن میں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے متعلق یوں بیان ملتا ہے۔

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَ مَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَ مَا تَزْدَادُ ؕ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ (۸) عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ

اللہ ہی جانتا ہے کہ ہر مادہ کیا اٹھائے ہوئے ہے اور ارحام کیا گھٹاتے اور کیا بڑھاتے ہیں اور ان کے ہاں ہر چیز کی ایک مقرر مقدار ہے۔[2]

یہ بلاغت کے وہ چند نمونے تھے جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ قرآن کریم بلاغت کے اس بلند مرتبہ پر پہنچا ہوا ہے کہ جو انسانی عادت سے خارج ہے اس بات کو فصحائے عرب اپنے سلیقہ سے سمجھتے ہیں، اور عجمی علماء علم بیان کی مہارت اور اسالیب کلام کے احاطہ سے، اور جو شخص لغتِ عرب سے جتنی زیادہ واقفیت رکھتا ہوگا وہ بہ نسبت دوسروں کے قرآنی اعجاز کو زیادہ سمجھے گا۔

## ۲۔ دوسری خصوصیت:

دوسری چیز جو قرآن کے کلامِ الٰہی ہونے پر دلالت کرتی ہے وہ اس کی عجیب ترکیب، نادار اسلوب، آیتوں کے آغاز وانتہا کا انداز، ساتھ ہی اس کے علم بیان کے دقائق اور عرفانی حقائق پر مشتمل ہونا، نیز حسن عبارت اور پاکیزہ اشارے، سلیس ترکیبیں اور بہترین ترتیب، ان مجموعی خوبیوں کو دیکھ کر بڑے بڑے ادباء کی عقلیں حیران ہیں۔

---

۱۔ الشعراء ۲۰۷، ۲۰۶، ۲۰۵

۲۔ الرعد ۷۰

قرآن کی فصاحت وبلاغت کو معجزانہ حد تک پہنچادینے میں ایک حکمت تو یہ تھی کہ کسی بڑے سے بڑے ھٹ دھرم کو بھی یہ کہنے کی گنجائش نہ رہے کہ معاذاللہ اس کلام میں سرقہ پایا جاتا ہے۔دوسرا اللہ کلام انسانوں کے کلام سے اس حد تک ممتاز ہو جائے کہ کسی بڑے سے بڑے ادیب و شاعر کا کلام اس کی گرد کو بھی نہ پہنچ سکے۔

### ۳۔ تیسری خصوصیت:

قرآن کریم آنے والے واقعات کی پیشنگوئیوں پر مشتمل ہے جو بالآخر سو فیصد درست ثابت ہوئیں۔مثال کے طور پر:

#### الف) مسجد الحرام میں داخل ہونے کی پیشینگوئی:

لَتَدۡخُلُنَّ الۡمَسۡجِدَ الۡحَرَامَ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيۡنَ مُحَلِّقِيۡنَ رُءُوۡسَكُمۡ وَمُقَصِّرِيۡنَ لَا تَخَافُوۡنَ

اگراللہ نے چاہاتو تم مسجد حرام میں ضرور داخل ہوگے،اس طرح کہ تم میں سے بعض نے اپنے سر منڈوائے ہوئے ہوں گے، بعض نے بال چھوٹے کرائے ہوئے ہونگے اور تمہیں کوئی خوف نہ ہوگا۔[1]

#### ب) خلافت کی پیشین گوئی:

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُم فِي الأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا

اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ایمان لانے والوں اور عمل صالح کرنے والوں سے وعدہ لیا ہے، کہ وہ انہیں زمین میں خلافت عطا کرے گا جس طرح اس نے ان سے پہلے لوگوں کو خلافت عطا کی۔اور ان کے اس دین کو مضبوطی عطا کرے گا جسے اس نے انکے لیے پسند کیاہے اور ان کے خوف کو امن میں بدل دے گا وہ میری عبادت کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔[2]

---

۱۔الفتح ۲۷

۲۔النور ۵۵

ج) دین کے غلبہ و ظہور کی پیشین گوئی:

هُوَ الَّذِیٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَه بِالۡهُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَه عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّه وَلَوۡ کَرِهَ الۡمُشۡرِکُوۡنَ

خدا وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے لیے بھیجا تاکہ اس دین حق کو تمام دینوں پر غالب کردے، خواہ مشرکین کتنے ہی ناگوار کیوں نہ ہوں۔[1]

د) فتح خیبر کی پیشینگوئی:

لقد رضی الله عن المومنین اذیبایعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم فانزل السکینۃ علیھم و اثابھم فتحاً قریباً ومغانم کثیرۃ یا خذونھا وکان الله عزیزاً حکیما۔

بلاشبہ اللہ مسلمانوں سے راضی ہو گیا، اس وقت جب وہ درخت کے نیچے آپ ﷺ سے بیعت کر رہے تھے، تو اللہ نے انکے دلوں کی بات جان لی، پھر ان پر سکون نازل فرمایا، اور بدلے میں انھیں ایک عنقریب ہونے والی فتح عطا کی اور بہت سامال غنیمت بھی دیا جسے وہ لینے والے تھے اور اللہ زبردست اور حکمت والا ہے۔[2]

ر) فتح مکہ کے بارے قرآن مجید اسطرح پیشین گوئی فرماتا ہے:

اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ ۔ وَرَاَیۡتَ النَّاسَ یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰهِ اَفۡوَاجًا

جب اللہ کی مدد اور نصرت آجائے گی اور آپ لوگوں کو دیکھیں گے کہ وہ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں۔[3]

اسی طرح کی بیسیوں آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے آنے والے واقعات کی خبریں قبل از وقت پہنچادیں اور یہ قرآن کی ایک نمایاں خصوصیت ہے۔

۴۔ چوتھی خصوصیات:

یہ امر قطعی ہے کہ آپؐ امی تھے اور کسی دنیاوی معلم کے آگے آپ ﷺ نے زانوئے ادب تہہ

---

۱۔ التوبہ ۳۳
۲۔ الفتح ۱۸
۳۔ (النصر ۲،۱)

نہیں فرمائے تھے مگر آپ کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں گزشتہ امتوں اور قوموں کے ان حالات کا ذکر فرمایا جن میں سبق عبرت بھی ملتاہے اور تاریخ پر بھی سیر حاصل معلومات میسر آجاتی ہیں۔

مثال کے طور پر بنی اسرائیل کا گائے کے ذبح کرنے کے واقعہ کو قرآن مجید اس طرح پیش کرتاہے:

وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ إِنَّ اللّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوا بَقَرَةً قَالُوا أَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا قَالَ أَعُوذُ بِاللّهِ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ۔

اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: خدا تمہیں ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے ،وہ بولے: کیاآپ ہمارا مذاق اڑا رہے ہیں ،(جناب موسیٰؑ نے) کہاپناہ باخدا (میں تمہارا مذاق اڑا کر) جاہلوں میں شمار ہو جاؤں۔[1]

## ۵۔ پانچویں خصوصیات:

قرآن مجید میں ان علوم کلیہ اور جزئیہ کو جمع کیا گیاہے جو اہل عرب کے یہاں معروف و مروج نہ تھے ، بالخصوص علومِ شرعیہ کے دلائلِ عقلیہ پر تنبیہ ،سوانح اور مواعظ، احوالِ آخرت،اخلاقِ حسنہ،اس سلسلے میں تحقیقی بات یہ ہے کہ علوم یاتو دینی ہوتے ہیں یااس کے علاوہ دوسرے علوم،اور ظاہر ہے کہ مرتبہ اور درجہ کے لحاظ سے علوم دینی اعلیٰ اور ارفع ہیں، جن کا مصداق علوم عقائد ہیں، یا علوم اعمال۔ عقائد دین کا حاصل اللہ اور اس کے فرشتے اور کتب آسمانی اور رسولوں اور یوم آخرت کی پہچان اور شناخت ہے۔ جیسے ذات وصفاتِ خداوند کی معرفت۔ علم الاعمال کا مصداق ان تکالیف اور ذمہ داریوں کو جاننا ہے، جن کا تعلق ظاہری احکام سے ہے ،یعنی علم الفقہ،اور ظاہر ہے ہر فقیہ نے اپنے مباحث قرآن ہی سے مستنبط کرنے ہوتے ہیں۔

وضو کے احکام کو قرآن نے یوں بیان کیاہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلاةِ فاغْسِلُواْ وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُواْ بِرُؤُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَينِ

اے ایمان والو: جب تم نماز کے لیے اٹھو تو اپنے چہروں اور ہاتھوں کو کہنیوں سمیت



---

۱۔ البقراء ۶۷

دھولیا کرو نیز اپنے سروں کا اور ٹخنوں تک پاوں کا مسح کرو۔[1]

اس طرح کی اور بھی بہت سی ایسی خصوصیات ہیں جو قرآن کو دیگر کتب آسمانی سے ممتاز کرتی ہیں مگر ہم اختصار کے سبب اسی پر اکتفاء کرتے ہیں۔

## باب دوم

### تورات:

یھودیوں کی وہ کتاب مقدس جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی اسے تورات کہا جاتا ہے اور یہ لفظ قرآن میں ۱۸ بار استعمال ہوا ہے۔[2] اور ہمیں مختلف تاریخ کی کتب، قرآن اور احادیث کی کتب سے یہ معلوم ہوا ہے کہ یہ کتاب حضرت موسیٰ پر نازل ہوئی، اس میں مجموعی طور پر مختلف عناوین پر بحث کی گئی ہے جن میں سے شریعت کا طریقہ کار، شریعتِ موسیٰ، سفر موسیٰ، سفر شریعت موسیٰ، سفر شریعتِ پروردیگار، سفر توراۃ موسیٰ، کتاب ناموس، اور کتان موسیٰ شامل ہیں اور اس میں ۵ سفروں کا ذکر کیا گیا ہے، ان پانچ اسفار کو جو نام دیے گئے ہیں وہ بالترتیب یوں ہیں:

۱۔ سفرِ پیدائش ۲۔ سفرِ خروج ۳۔ سفرِ لاویاں یا احبار

۴۔ سفرِ اعداد ۵۔ سفر استثناء[3]

### تورات لغت میں:

اب اس جگہ ہم کلمہ تورات کو لغت کے طور پر دیکھتے ہیں کہ اہل لغت نے تورات کو کس معنٰی میں لیا گیا ہے:

۱۔ **المفردات**: التوراۃ وہ آسمانی کتاب جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی، یہ وری سے مشتق ہے اور تاء واو سے مبدل ہے، علمائے کوفہ کے نزدیک یہ وورقۃ بروزن تفعلۃ ہے اور بعض کے نزدیک تفعل کے وزن پر ہے جیسے: تتفل، لیکن کلام عرب میں تفعل کے وزن پر اسکا صیغہ نہیں آتا علمائے بصرہ کے نزدیک یہ ووری بروزن فوعل ہے جیسے حوقل۔[1]

---

۱۔ المائدہ ۶

۲۔ تاریخ القرآن

۳۔ کتاب تورات

قرآن پاک میں ہے کہ:

اِنَّآ اَنۡزَلۡنَا التَّوۡرٰىةَ فِیۡهَا هُدًى وَّنُوۡرٌ۔[2]

بے شک ہم نے توراۃ نازل فرمائی، جس میں ہدایت اور روشنی ہے۔

ذٰلِكَ مَثَلُهُمۡ فِي التَّوۡرٰىةِ ۚ وَمَثَلُهُمۡ فِي الۡاِنۡجِيۡلِ

ان کے یہی اوصاف تورات میں ہیں اور یہی انجیل میں بھی ہیں۔[3]

۲۔المعجم الوسیط: تورات وہ کتاب ہے جو حضرت موسیٰ پر نازل ہوئی۔اصطلاحی طور پر اسکا معانی وہ لڑکی جو عاشقوں کے درمیان بھیجی جائے:[4]

## تورات کی خصوصیات:

اصل میں کتاب تورات عبرانی زبان میں نازل ہوئی تھی اور اس میں بہت سے مضامین شامل تھے، مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کے مضامین میں تبدیلیاں واقع ہوتی گئیں اور اب بات یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ اس میں پائے جانے والے مضامین میں سے کوئی ایک بھی موضوع وہ نہیں جو اصل نسخہ میں موجود تھا، اب ہم تورات ی خصوصیات کو درج کرتے ہیں:

### ۱۔بلاغت:

کتاب پیدائش میں کثرت کے ساتھ بلاغت کا استعمال ہوا ہے، جس میں سے کچھ قصوں کہانیوں میں بھی مجاز کا استعمال ہوا ہے، مثال کے طور پر کتاب پیدائش باب ۱۳آیت ۱۶ میں ہے کہ اللہ نے حضرت ابراہیم سے اولادِ کثیر عطا کرنے کا وعدہ کرتے ہوئے فرمایا:

"اور میں تیری نسل کو خاک کے ذروں کے مانند بناوں گا، ایسا کہ اگر کوئی شخص خاک کے ذروں کو گن سکے تو تیری نسل بھی گن لی جائے گی۔"[5]

---

۱۔المفردات ج اول

۲۔المائدہ ۴۴

۳۔الفتح ۲۷

۴۔المعجم الوسیط

۵۔تورات پیدائش باب ۱۴، آیت ۱۷

اس اقتباس میں واضح طور پر نظر آتا ہے کہ کس طرح تورات کی عبارت میں بلاغت کا استعمال کیا گیا ہے

۲۔استعارہ کا استعمال:

تورات میں جگہ جگہ مختلف اور خوبصورت استعاروں کا بھی استعمال کیا گیا ہے، جیسے:

"میں تجھے برکت پر برکت دوں گا اور تیری نسل کو بڑھاتے بڑھاتے آسمان کے تاروں کا اور سمندر کے کناروں کی ریت کے مانند کر دوں گا"[1]

۳۔ماضی کے سبق آموز واقعات:

تورات میں گزشتہ انبیاء کے واقعات کو داستان کی صورت میں پیش کیا گیا ہے:

حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی کے بنانے کے ساتھ ساتھ خداوند عالم نے جو تصویر کشی کی ہے وہ اس طرح ہے۔

"ایسا کرنا کہ کشتی کی لمبائی تین سو ہاتھ ،اسکی چوڑائی پچاس ہاتھ ،اور اسکی اونچائی تیس ہاتھ ہو اور اس کشتی میں ایک روشندان بنانا اور اوپر سے ہاتھ بھر چھوڑ کر اسے ختم کر دینا اور اس کشتی کا دروازہ اسکے پہلو میں رکھنا اور اس میں تین درجے بنانا، نچلا، دوسرا، اور تیسرا"۔[2]

اسی طرح بہت سے ایسے نمونے دیے جا سکتے ہیں جو کتاب تورات کی خصوصیت میں شامل ہیں مگر ہم اختصار کے سبب محض اسی پر اکتفاء کرتے ہیں۔

اب ہم قرآن اور تورات میں موجود طرزِ زندگی کو بیان کرتے ہیں

## باب سوم

### قرآن کے مطابق طرزِ زندگی:

اوس و خزرج کے درمیان جن دنوں تباہ کن جنگ جاری تھی انھی دنوں میں خزرج قبیلے کا سردار اسعد بن زرارہ مکہ آیا تا کہ اہل مکہ سے کچھ امداد لے سکے تو اسے معلوم ہوا کہ مکہ میں رسول اکرم مبعوث ہوئے ہیں۔نا چاہتے ہوئے بھی وہ ان سے ملنے کے لیے انکے پاس گیا؛ بعد از تحیہ و سلام اس



۱۔تورات پیدائش باب ۲۲آیت ۱۷

۲۔تورات پیدائش باب ۱۸،آیت ۱۶،۱۵

نے رسول اکرم سے دعوتِ اسلام کے اہداف و مقاصد دریافت کیے۔[1] تو جواب میں رسول اکرم ﷺ نے جو قرآنی آیات کی تلاوت کی اس میں ایک مکمل زندگی کا نمونہ موجود ہے اس کو ہم اپنا موضوعِ سخن بناتے ہیں۔ وہ قرآنی آیات یہ تھیں:

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَ اِيَّاهُمْ ۚ وَ لَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ ۚ وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۔ وَ لَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَ اَوْفُوا الْكَيْلَ وَ الْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَ اِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَ بِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۔ وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ

ترجمہ: کہہ دیجیے: آو میں تمہیں وہ چیزیں بتادوں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کردی ہیں وہ یہ ہے کہ تم لوگ کسی کو اس کا شریک نہ بناو، اور والدین پر احسان کرو اور مفلسی کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو، ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور انہیں بھی اور علانیہ اور پوشیدہ کسی طور بھی بے حیائی کے قریب نہ جاو، اور جس جان کے قتل کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے اسے ناحق قتل مت کرو، یہ وہ باتیں ہیں جن کی وہ تم کو نصیحت فرماتا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو۔

اور یتیم کے مال کے قریب نہ جانا مگر ایسے طریقے سے جو (یتیم کے لیے) بہترین ہو یہاں تک کہ وہ اپنے رشد کو پہنچ جائے اور ناپ تول انصاف کے ساتھ پورا کرو، ہم کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ ذمہ داری نہیں ڈالتے اور جب بات کرو تو عدل کے ساتھ کرو اگرچہ اپنے قریب ترین رشتے داروں کے خلاف ہی کیوں نہ جائے اور اللہ سے کیا گیا عہد پورا کرو۔ یہ وہ ہدایات ہیں جو اللہ نے تمہیں دی ہیں شاید تم یاد رکھو۔[2]

---

۱۔ تفسیر موضوعی ج ۱

۱۔ الانعام ۱۵۳، ۱۵۲

آیت اللہ شیخ محمد حسین نجفی صاحب فرماتے ہیں کہ: درج بالا آیات میں اللہ تعالی نے دس ایسے نکات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جو کسی بھی معاشرے کے لیے ایک مثالی نمونے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ معاشرہ میں ایک بہترین عملی نمونے کے قیام کے لیے ان دس نکات کا مشعلِ راہ بنایا جاسکتا ہے وہ دس نکات درج ذیل ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ کا شریک نہ بنائیں۔

۲۔ والدین پر (انکی خدمت کر کے) احسان کریں۔

۳۔ اپنی اولاد کو بھوک اور افلاس کے ڈر سے قتل نہ کریں۔

۴۔ ناجائز اور خلافِ شرع جنسی کاموں سے پرہیز کریں۔

۵۔ جن انسانوں کا خون محترم ہے انہیں قتل نہ کریں۔

۶۔ یتیم کے مال کے قریب نہ جائیں، بجز اس طریقے کے جو نیک اور اچھا ہو۔

۷۔ ناپ تول میں انصاف اور عدالت برتیں۔

۸۔ اللہ تعالیٰ ہر شخص پر اسکی استطاعت کے مطابق ذمہ داری ڈالتا ہے، (اس ذمہ داری کو ادا کریں)۔

۹۔ گفتگو میں انصاف کو ہاتھ سے نہ جانے دیں، خواہ وہ اپنے ہی رشتہ داروں کے بارے کیوں نہ ہو۔

۱۰۔ جو عہد و پیمان خدا سے باندھا ہے اس پر قائم رہیں۔[۱]

یہ دائمی منشور جو ان آیات میں آیا ہے ہر اس معاشرے کی اصلاح کی نبیاد ہے جو چاہتا ہے کہ وہ ترقی کرے اور ارتقاء کی منزلیں طے کرے۔ قرآن نے ان موضوعات کے بارے میں اور بھی جگہ خصوصاً سورہِ بنی اسرائیل میں گفتگو کی ہے۔ اسلامی دستور کی چند ایک اہم شقیں بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ



---

۲۔ فیضان الرحمٰن فی تفسیر القرآن ج ۳

"اور بتحقیق یہی میرا سیدھا راستہ ہے، اسی پر چلو اور مختلف راستوں پر مت چلو ورنہ یہ تمہیں اللہ کے راستے سے ہٹا کر پراکندہ کر دیں گے۔ اللہ نے تمہیں یہ ہدایت اس لیے دی ہے کہ تم تقویٰ اختیار کرو"۔[1]

ایک کامیاب زندگی گزارنے کے لیے ایک ایسے معاشرے کی ضرورت ہوتی ہے، جس میں وہ تمام ضروری لوازمات موجود ہوں جو ایک مثالی معاشرہ تشکیل دیتے ہیں۔ اور اسلام ہمیں ایسے معاشرے کو تشکیل دینے کی ہدایت کرتا ہے۔ اگر دیکھا جائے تو ایک کامیاب زندگی کے لیے چار پہلوؤں کا ہونا بہت ضروری ہے جو یہ ہیں:

۱۔ مذہبی پہلو ۲۔ معاشرتی پہلو ۳۔ معاشی پہلو ۴۔ عدالتی پہلو

سورہِ انعام کی ان دو آیات میں طرزِ زندگی کے جو دس نکات آئے ہیں وہ بھی انہی چار پہلو کا احاطہ کیے ہوئے ہیں جنکی تفسیر ہم اختصار کے ساتھ یوں کرتے ہیں۔

### ۱۔ مذہبی پہلو:

ایک اسلامی معاشرے کے لیے سب سے ضروری امر یہ ہے کہ اس معاشرے میں زندگی گزارنے والا ہر شخص یکتا پرست ہو، یہ بات قابل توجہ ہے کہ ان دس فرمانوں میں تحریمِ شرک سے ابتداء کی گئی ہے جو تمام محرمات الٰہی اور معاشرے کی تمام براہیوں کی جڑ ہے، اور نفی اختلاف پر خاتمہ کیا گیا ہے جو ایک طرح کا عملی شرک محسوب ہوتا ہے۔

یہ امر ظاہر ہے کہ مسئلہ توحید تمام اصول و فروعِ اسلامی میں کافی اہمیت کا حامل ہے، کیونکہ توحید صرف ایک دینی اصل ہی نہیں بلکہ تمام تعلیمات اسلامی کی روحِ رواں ہے۔

"ہمارے عقائد کے مطابق اللہ تعالیٰ کو تمام جہات سے واحد ماننا ضروری ہے۔ پس جسطرح ذاتِ خدا میں توحید ضروری ہے اسی طرح سے اسکی صفات میں بھی توحید ضروری ہے۔ اسکی صفات عین ذات ہیں پس اس کا یہ مطلب ہوگا کہ علم و قدرت میں اسکا کوئی نظیر نہیں ہے اور خلق و رزق میں اسکا کوئی شریک نہیں ہے اور تمام کمالات میں اسکا کوئی مد مقابل نہیں ہے"۔[2]

---

۱۔ الانعام ۱۵۴

۱۔ عقائد امامیہ

خداوند متعال نے تمام انبیاء کی بعثت کا مقصد بھی یہ بیان کی کیاہے کہ ایک ایسا معاشرہ تشکیل دیا جائے، جس میں فقط خداوند متعال کی حاکمیت ہو، ارشاد ہوتا ہے:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ [۱]

اور بتحقیق ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا ہے کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت کی بندگی سے اجتناب کرو۔

ایک اور جگہ فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ [۲]

ہم نے آپ سے پہلے جو بھی رسول بھیجا ہے اس کی طرف یہی وحی کی ہے، بتحقیق میرے سوا کوئی معبود نہیں پس تم صرف میری عبادت کرو۔"

یہ ایک یقینی بات ہے کہ ہمارا خالق، مالک، رازق ایک ہی ہے اور ہمیں صرف اسی کی عبادت کرنی چاہیے، اور اسی کی حاکمیت کے زیر سایہ زندگی گزارنی چاہیے، کیونکہ حاکمیتِ واحدہ کا عقیدہ قائم کرنے سے بہت سے دوسرے حاکموں سے انسان کو خلاصی حاصل ہو جاتی ہے، بقول شاعر:

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات [۳]

## ۲۔ معاشرتی پہلو:

قرآن میں جس طرزِ زندگی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس میں ایک معاشرے کی تشکیل کا حکم دیتا ہے ایک ایسا معاشرہ جس میں ان تمام افراد کا خیال رکھا جائے، جو کسی نہ کسی طرح سے اسلامی معاشرہ تشکیل دینے میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں، ان میں سب سے پہلے والدین آتے ہیں۔

**والدین:** انسان اپنی زندگی گزارنے کے لیے مختلف افراد کا محتاج ہوتا ہے جو اسکی مختلف حالات میں مختلف ضروریات کو پورا کرتے ہیں۔ ان افراد میں سے والدین کو اولیت حاصل ہے کیونکہ اس دنیا

---

۲۔ النحل ۳۶
۳۔ الانبیاء ۲۵
۴۔ ضرب کلیم

میں انسان قدم رکھنے سے بھی پہلے جس افراد کا محتاج ہے وہ والدین ہیں۔ پس اگر انسان پوری زندگی انکا شکر ادا کرتا رہے تو یہ کم ہے۔ والدین کی خدمت اور ان کے لیے جانثاری سے بڑھ کر دنیا میں کوئی دوسری خدمت نہیں کسی دوسرے کے لیے کوئی انسان اس سے بڑھ کر خدمت انجام نہیں دے سکتا زندگی کے ابتدائی مراحل میں انسان کی ہستی اور اسکا وجود ان دو سرپرستوں کی جانفشانیوں کی مرہونِ منت ہوتی ہے چنانچہ ضمیر کا تقاضہ یہ ہے کہ ان سے مہر محبت سے پیش آیا جائے، ساری زندگی انکے احترام کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے، والدین کے ساتھ کس طرح نیکی کی جائے اس کے بارے ارشاد ہوتا ہے:

إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ۔[1]

"اگر ان میں سے ایک یا دونوں تمہارے پاس ہوں اور بڑھاپے کو پہنچ جائیں، تو انہیں اف تک نہ کہنا اور انہیں نہ جھڑکنا بلکہ ان سے عزت و تکریم کے ساتھ بات کرنا۔"

اولاد: انسان کے اندر جو نہایت گہرے جذبات اور مہر و محبت کے احساسات پائے جاتے ہیں ان میں سب سے بڑھ کر اولاد کے لیے ماں باپ کے جذبات ہیں۔ مگر کبھی انسان کی شقی القلب اور سنگدلی اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ ایسی نازک اور حقیقی محبت کا جذبہ بھی اس کے اندر دم توڑ دیتا ہے نتیجہ یہ کہ معصوم اور بے گناہ بچوں پر بھی وہ رحم نہیں کرتا جو بے چارے اپنا دفاع بھی نہیں کر سکتے، وہی فرد جس سے رحم دلی اور محبت کی توقع کی جاتی ہے وہ بجائے بچے کی تربیت، پرورش اور ہر قسم کی آفتوں سے بچاو کے اپنی انگلیاں اسی معصوم کے نازک گلے میں پیوست کر کے اسکی زندگی ختم کر دیتا ہے۔ اور مقتول جو ابھی بولنا بھی نہیں جانتا زبان حسرت سے کہتا ہے:

بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ۔[2]

"اور وہ کس گناہ میں ماری گئی۔"

پس قرآن ایک ایسا معاشرہ تشکیل دینے کا خواہاں ہے کہ جس میں اولاد کے حقوق کا خیال رکھا جائے ارشاد ہوتا ہے:

---

۱۔ الاسراء ۲۳

۱۔ التکویر ۰۹

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ[1]

"اور مفلسی کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔"

### ۳۔اجتماعی پہلو:

جنسی بے راہ روی: برے کاموں اور بری خواہشات کی تکمیل بھی ایک معاشرے کے استحکام کے لیے زھر قاتل شمار ہوتی ہے۔خداوند متعال پاک ہے اور ایک پاک صاف معاشرے کو پسند کرتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ۔[2]

"بے شک اللہ توبہ کرنے والوں اور پاک صاف رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔"

بے جا خواہشات اور جنسی بے راہ روی انسان کو جہنم کی طرف لے جاتے ہیں اور اس بدکاری کا مرتکب انسان خود تو برباد ہوتا ہی ہے ساتھ دوسروں کو بھی خراب کرتا ہے اور ایک صحت مند معاشرے کے لیے ناسور بن جاتا ہے۔

امام سجاد علیہ السلام رسالۃ الحقوق میں آنکھ کا حق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

واما حق بصر فغضه عما لا يحل لک۔[3]

آنکھ کا حق اسے ان چیزوں سے بچانا ہے جو تیرے لیے حلال نہ ہوں۔

آنکھ ہی وہ مقام ہے جس کے ذریعے انسان بے راہ روی کا شکار ہوتا ہے۔

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

النظر سهم من سهام ابليس مسموم وکم من نظرة اورثت حسرة طويلة

نگاہ شیطان کے تیروں میں سے ایک تیر ہے اور اکثر ایک ہی نگاہ طویل حسرت کا باعث ہوتی ہے۔[4]

چنانچہ آنکھ پر قابو رکھنے کے لیے قرآن نے جو طریقہ کار وضع فرمایا ہے وہ یہ ہے:

---

۲۔الانعام ۱۵۱

۳۔البقراء ۲۲۲

۴۔رسالۃ الحقوق

۱۔وسائل الشیعہ ج ۱

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ط ۔

آپ مومن مردوں سے کہہ دیں کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کو بچا کر رکھیں، یہ ان کے لیے پاکیزگی کا باعث ہے۔[1]

اسی طرح عورتوں کے بابت فرمایا:

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ ۔[2]

آپ مومنہ عورتوں سے بھی فرمادیں کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔

**معاشی پہلو:** اسلام ایک ایسا معاشرہ کا نقشہ پیش کرتا ہے جس میں عدل وانصاف کا بول بالا ہو اور اس میں کسی قسم کی بے اعتدالی نہ ہو اور اس معاشرے کا ہر فرد اپنے معاملات میں میانہ روی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے،

قرآن بعض موقعوں پر پیغمبر عالی قدر حضرت شعیب علیہ السلام کے بارے کہتا ہے کہ وہ مسلسل اس پر اصرار کرتے ہیں کہ:

وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ

ناپ تول میں کمی نہ کرو۔[3]

وَيٰا قَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ

اے قوم ناپ تول کا حق عدالت کے ساتھ پورا کرو[4]

پس قرآن ایک دائمی منشور ہے اور یہ پورے معاشرے کو مخاطب کرکے کہتا ہے:

وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا

اور تم ناپتے وقت پیمانے کو پورا کرکے دو اور جب تول کرو تو ترازو سیدھی رکھو، بھلائی اسی میں ہے اور انجام بھی اسی کا زیادہ بہتر ہے۔[1]

---

۲۔ النور ۳۰

۳۔ النور ۳۱

۴۔ ھود ۸۴

۱۔ ھود ۸۵

اسی سلسلے میں رسول خداؐ کا یہ فرمان بھی وارد ہوا ہے کہ:

من اقتصد فی معیشته رزقه الله و من بذر حرمه الله

جو آدمی معیشت میں میانہ روی کرتا ہے خدا اسے روزی عطا کرتا ہے اور جو آدمی اسراف کرتا ہے خدا اسے اس سے محروم کردیتا ہے۔[۲]

اب تک ہم نے اس طرزِ زندگی کو بیان کی جس کو ہم کو قرآن حکم دیتا ہے، قرآن ایک دائمی منشور ہے، اسکے بعد قیامت تک اب کوئی الٰہی صحیفہ نازل نہیں ہونا چنانچہ اس میں زندگی گزارنے کے جو اصول و ضوابط بیان ہوئے ہیں وہ قیامت تک قابل تقلید ہیں، اور اگر منطقی و فلسفی نگاہ سے دیکھا جائے تو یہ اصول و ضوابط ابدی بھی ہیں اور انسان کے ارتقاء کے ضامن بھی یہی وجہ ہے کہ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں نے انہی قرآنی اصول ہائے زندگی پر عمل پیرا ہو کر ایک عرصہ تک زمانے پر حکومت کی لیکن جب انہوں نے ان اصولوں کو چھوڑ دیا اسی دن سے تنزلی کا شکار ہونے لگ گئے۔

بقول شاعر:

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر[۳]

## باب چہارم

### تورات میں طرزِ زندگی:

جب بنی اسرائیل فرعون سے نجات پا کر سینا کے بیابان میں آگئے تو لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے التجا کی کہ آپؑ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لیے بات کریں کہ اللہ ہم سے کیا چاہتا ہے پس حضرت موسیٰؑ کوہِ سینا (کوہِ طور) پر گئے اور اللہ تعالیٰ سے کلام کیا، اللہ تعالیٰ نے جو کچھ حضرت موسیٰؑ کو حکم دیا وہ یہ دیا:

۲۔ الاسراء ۳۵
۳۔ الکافی ج ۲
۴۔ شکوہ جواب شکوہ

''خدانے کہا نیچے اتر جا اور ہارون کو اپنے ساتھ لے کر اوپر آ، پر کاہن اور عوام حدیں توڑ کر خداوند کے پاس اوپر نہ آئیں ایسا نہ ہو کہ وہ اس پر ٹوٹ پڑے۔ چنانچہ موسیٰ نیچے اتر کر لوگوں کے پاس گیا اور یہ باتیں ان کو بتائیں۔ اور خدا نے یہ سب باتیں بتائیں کہ۔

''خداوند تیرا خدا جو تجھے ملکِ مصر سے اور غلامی کے گھر سے نکال لایا میں ہوں۔''

''میرے حضور تو غیر معبودوں کو نہ ماننا''۔

''تو اپنے لیے کوئی تراشی ہوئی مورت نہ بنانا۔ نہ کسی چیز کی صورت بنانا جو اوپر آسمان میں یا نیچے زمین پر یا زمین کے نیچے پانی میں ہے۔'' ''تو انکے آگے سجدہ نہ کرنا اور نہ انکی عبادت کرنا کیونکہ میں خداوند تیرا خدا غیور خدا ہوں اور جو مجھ سے عداوت رکھتے ہیں ان کی اولاد کو تیسری اور چوتھی پشت تک باپ دادا کی بدکاری کی سزا دیتا ہوں۔ اور ہزاروں پر جو مجھ سے محبت رکھتے ہیں اور میرے حکموں کو مانتے ہیں رحم کرتا ہوں۔

تو خداوند اپنے خدا کا نام بے فائدہ نہ لینا کیونکہ جو اس کا نام بے فائدہ لیتا ہے خداوند اسے بے گناہ نہ ٹھہرائے گا۔

یاد کر کے تو سبت کا دن پاک ماننا۔ چھ دن تک تو محنت کر کے اپنا سارا کام کاج کرنا۔ لیکن ساتواں دن خداوند تیرے خدا کا سبت ہے اس میں یہ تو کوئی کام کرے نہ تیرا بیٹا نہ تیری بیٹی نہ تیرا لونڈی نہ تیرا چوپایا نہ کوئی مسافر جو تیرے ہاں تیرے پھاٹکوں کے اندر ہو۔ کیونکہ خدا نے چھ دن میں آسمان اور زمین اور سمندر اور جو کچھ اب میں ہے وہ سب بنایا اور ساتویں دن آرام کیا۔ اس لیے خدا نے سبت کے دن کو برکت دی اور اسے مقدس ٹھہرایا۔

تو اپنے باپ اور اپنی ماں کی عزت کرنا تاکہ تیری عمر اس ملک میں جو خداوند تیرا خدا تجھے دیتا ہے دراز ہو۔

''تو خون نہ کرنا''۔

''تو زنا نہ کرنا''۔

''تو چوری نہ کرنا''۔

''تو اپنے پڑوسی کے خلاف جھوٹی گواہی نہ دینا''۔

''تو اپنے پڑوسی کے گھر کا لالچ نہ کرنا۔ تو اپنے پڑوسی کی بیوی کا لالچ نہ کرنا اور نہ اسکے غلام اور اس کی لونڈی اور اس کے بیل اور اسکے گدھے کا اور نہ اپنے پڑوسی کی کسی اور چیز کا لالچ کرنا''[1]۔

درج بالا اقتباس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اہل تورات کے لیے تورات نے بھی چند احکام ایسے بیان کیے ہیں جو ان کے طرزِ زندگی کی عکاسی کرتے ہیں۔ اب یہودی معاشرے نے اسے کس حد تک اپنایا یہ مسئلہِ ثانوی ہے۔ بہر حال تورات میں بھی وہ دس احکام ایسے موجود ہیں، جن پر یہودی معاشرہ فخر کرتا ہے ،ان کو فلم کی صورت میں بھی پیش کیا گیا ہے[2]۔ س کے ذریعے انہوں نے اپنی مذہبی حیثیت پیش کی ہے۔ دراصل یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہی انکی تعلیمات کی اساس ہیں۔ یہ دس تعلیمات حسبِ ذیل ہیں:

١۔ غیر خدا کو سجدہ نہ کرنا۔
٢۔ خدا کا نام بلا وجہ زبان پر جاری نہ کرنا۔
٣۔ ہفتہ کے دن تعطیل کرنا۔
٤۔ ماں باپ کا احترام کرنا۔
٥۔ کسی کو قتل نہ کرنا۔
٦۔ زنا نہ کرنا۔
٧۔ چوری نہ کرنا۔
٨۔ اپنے ہمسائے کے خلاف جھوٹی گواہی نہ دینا۔
٩۔ اپنے ہمسائے کے گھر میں طمع نہ کرنا۔
١٠۔ ہمسائے کی بیوی، غلام، کنیز، گائے، اور گدھے کو للچاتی ہوئی نظر سے نہ دیکھنا۔

ان احکام میں سے بعض احکام تو وہی ہیں جس کا قرآن نے بھی ذکر کیا ہے۔ ان دس احکام میں بعض ایسے احکام ہیں جو صرف یہودی معاشرے سے مخصوص ہیں اور ان ہی احکام کی بنیاد پر یہودی معاشرے کے بعض افراد اپنے اوپر آج بھی فخر کرتے ہیں، یہ احکام صرف باب خروج میں ہی نہیں بلکہ تورات کے دیگر ابواب میں بھی ان کا ذکر کیا گیا ہے اور یہ احکام یہودی مذہب کی وہ تمام کتب جو تورات کے نام سے جانی جاتی ہیں ان میں یہ احکام ملتے ہیں۔ یہودی معاشرہ آج بھی ان احکام کی تبلیغات میں سر گرم ہے۔

---

[1] ۔ تورات خروج باب ٢٠، ١٩
[2] ۔ Ten Commandments

### تصورِ واحدانیت:

تورات کے دیگر ابواب میں بھی ہمیں واحدانیت کا بیان ملتا ہے، جس میں خدا کو واحد و یکتا مانا گیا ہے، مثال کے طور پر حضرت آدمؑ کے خلقت کے بارے میں لکھا۔

''خداوند خدا نے زمین کی مٹی سے انسان کو بنایا اور اس کے نتھنوں میں زندگی کا دم پھونکا تو انسان جیتی جان ہوا''۔[1]

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے توحید افعالی کو بیان کیا گیا ہے کہ حضرت آدمؑ کی خلقت کس طرح ہوئی اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تورات نے محض اللہ تعالیٰ کو ہی خالق مانا ہے جس طرح ہم نے قرآن کے ذیل میں یہ اشارہ کیا تھا۔

قرآن ہی کی طرح تورات میں بھی شریکِ باری تعالیٰ کے متعلق تورات نے صریحاً منع فرمایا ہے۔ارشاد ہوتا ہے:

''میرے آگے تو اور معبودوں کو نہ لانا''۔[2]

والدین کے بارے جو حکم قرآن میں سورہ الانعام میں درج تھا وہی حکم اس تورات میں بھی آیا ہے۔

### جنسی بے راہ روی سے اجتناب:

اسی طرح قتل، زنا اور چوری کی ممانعت جس طرح قرآن میں آیا ہے اس میں بھی آیا ہے۔البتہ تورات میں زنا کی ممانعت کے بارے بہت کہا گیا ہے اور ان دس احکام میں سے نویں احکام میں جو کہا گیا ہے کہ اپنے ہمسائے کے گھر طمع مت رکھنا یہ بھی اسے بات کی عکاسی کرتا ہے۔

آیت اللہ شہید مطہریؒ نے بہت خوبصورت انداز میں اس بد عملی اور بے راہ روی کے روک تھام کا طریقہ بتایا ہے اور اس بد فعلی کے نقصانات کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

''یہ جو کہا گیا ہے کہ ''الانسان حریص علی ما منع منہ'' صحت پر مبنی مفہوم ہے لیکن اسکی توضیح ضروری ہے، انسان اس چیز کی طرف حریص ہوتا ہے جس سے اسے روکا جائے اور تحریک و اشتیاق بھی دلایا جائے جیسے کسی شخص میں کسی شئے کی تمنا پیدا کی جائے اور پھر اس سے اسے روکا جائے لیکن

---

[1] ۔پیدائش باب ۲آیت ۷
[2] ۔استثنا باب ۵،آیت ۷

اگر کسی شئے کا سامنے نہ لایا جائے یا بہت کم دیکھا جائے تو اس کی طرف رغبت و چاہت کا عنصر بھی اسی نسبت سے کم ہوتا جائے گا۔ فرائیڈ جو بڑی شدت سے جنسی آزادی کا حامی تھا بعد میں اس بات کی طرف متوجہ ہوا کہ جنسی آزادی کو عام کرنے میں اس سے سخت غلطی سرزد ہوئی ہے، چنانچہ اس نے حالات کا رخ موڑنا چاہا اس کی متعین کردہ دوسری یہ راہ تھی کہ لوگ اپنی توجہ ہٹانے کے لیے نقاشی اور اس جیسے دیگت علمی و فنی مشغلے اختیار کریں۔"[1]

## احکام پر عمل کی تاکید:

تورات میں ان احکام کو صرف کتابِ خروج میں ہی بیان نہیں کیا گیا بلکہ کتاب استثناء میں بھی بیان کیا گیا اور ان احکام کے بیان کرنے کے بعد ان پر عمل کرنے کی بھی تاکید کی گئی ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

"یہ وہ فرمان اور آئین اور احکام ہیں جن کو خداوند تیرے خدا نے تم کو سکھانے کا حکم دیا ہے تاکہ تم ان پر اس ملک میں عمل کرو جس پر قبضہ کرنے کے لیے پار جانے کو ہو۔ اور تو اپنے بیٹوں اور پوتوں سمیت خداوند اپنے خدا کا خوف مان کر اس کے تمام آئین پر جو میں تجھ کو بتاتا ہوں زندگی بھر عمل کرنا تاکہ تیری عمر دراز ہو۔[2]

تاریخ میں ملتا ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ ایک سو بیس سال کے ہوئے تو آپؑ نے تمام بنی اسرائیل کے علماء کو اکٹھا کی اور ان کو یہی احکام یاد کروائے اور ان پر کاربند رہنے کی تاکید فرمائی اور علماء سے کہا:

ملعون ہے وہ شخص جو کسی نابینا کو راہ سے بھٹکائے۔
ملعون ہے وہ شخص جو قضاوت میں مسکینوں، یتیموں اور بیوہ پر ظلم کرے۔
ملعون ہے وہ شخص جو اپنے باپ کی بیوی کے ساتھ سوئے۔
ملعون ہے وہ شخص جو کسی جانور سے بد فعلی کرے۔
ملعون ہے وہ شخص جو اپنی ماں اور بہن سے بد فعلی کرے۔
ملعون ہے وہ شخص جو اپنی ساس سے بد فعلی کرے

---

۔ عورت پردہ کی آغوش میں ص ۹۹[1]

۱۔ استثناء باب ٦، آیت ۲،۱

ملعون ہے وہ شخص جو مخفی طور پر اپنے بھائی کا گوشت کھائے (غیبت کرے)۔
ملعون ہے وہ شخص جو ظلم سے قتل ہونے والے کسی پاک نفس کے کیس میں رشوت لے۔
ملعون ہے وہ شخص جو اللہ کی وصیت پر عمل نہ کرے۔
اسکے بعد حضرت موسیٰؑ نے اپنے بعد والے سرپرست جناب یوشع بن نون کو متعارف کروایا اور فوت ہو گے۔[۱]

## باب پنجم

قرآن اور تورات میں مشترک احکام: تورات کے ان احکام میں سے بعض تعلیمات قرآن میں وسیع پیمانے پر بیان ہوئی ہیں، مثلاً ہمسائے سے متعلق احکامِ اسلام۔ قرآن میں اور تورات میں جو احکام مشترک بیان ہوئے ہیں وہ یہ ہیں:

۱۔ خدا کو لاشریک من کر اسکی عبادت کرنا۔ ۲۔ والدین (ماں، باپ) کا احترام کرنا۔
۳۔ کس کا ناحق قتل نہ کرنا۔ ۴۔ زنا نہ کرنا۔

### قرآنی طرزِ زندگی ایک دائمی منشور:

۱) گواہی دینے کے متعلق قرآن میں عموم پایا جاتا ہے، قرآن نے نا صرف ہمسائے بلکہ ہو ہر شخص کے لیے جھوٹی گواہی دینا مطلقاً حرام قرار دیا ہے۔

۲) قرآن میں نہ صرف زنا بلکہ وہ تمام افعال کہ جو جنسی بے راہ روی کا موجب بنتے ہیں ان سب سے ممانعت فرمائی ہے

۳) قرآن میں نہ صرف والدین کے لیے احترام کا حکم دیا ہے بلکہ والدین سے احسان اور نیکی کرنے کا بھی حکم دیا ہے۔

۴) قرآن میں والدین کے ساتھ ساتھ اولاد کے حقوق کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔

۵) قرآن میں یتیم کے متعلق احکام کی حد بندی کی گئی ہے اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جب تک یتیم کی رضا شامل نہ ہو اس کے مال میں تصرف کرنا درست نہیں ہے۔



۲۔ تاریخ یعقوبی

۶)تورات میں محض گواہی کے متعلق کہا گیا ہے مگر قرآن میں گواہی کے ساتھ ساتھ گفتار میں، ناپ تول میں، اور حتیٰ رشتہ داروں کے ساتھ لین دین میں حدِاعتدال برتنے کا حکم دیا گیا ہے۔

پس ان تمام نگارشات کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ قرآن نے ہمیں زندگی گزارنے کا ایک دائمی منشور عطا کیا ہے کہ جس میں ہمیں وہ تمام حقوق میسر آتے ہیں جنکی توقع رکھنی چاہیے اور جس حقوق کی ایک صحت مند معاشرے کو ضرورت ہوتی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۔ يَّهْدِىْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

"بتحقیق تمہارے پاس اللہ کی جانب سے نور اور روشن کتاب آچکی ہے جس کے ذریعے اللہ ان لوگوں کو امن و سلامتی کی راہیں دکھاتا ہے جو اس کی رضا کے طالب ہیں اور وہ اپنے اذن سے انہیں ظلمتوں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور انہیں راہِ راست کی راہنمائی فرماتا ہے۔"[۱]



---

۱۔ المائدہ ۱۵۔۱۶